حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بچپن

نام کتاب .... حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بچپن

شمارہ نمبر 62

طبع .... دوم

تعداد 1000

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے وصد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں جو مطبوعات پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے یہ اس سلسلے کی باسٹھ ویں (62) پیشکش ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ بچوں کے لئے آسان الفاظ اور سادہ انداز میں سیرتِ نبویؐ سے آگاہی کے لئے چھوٹی چھوٹی کتابوں کی صورت میں ایک ایک موضوع کو پیش کرنے کا منصوبہ بنانا اور منصوبے پر کام کا آغاز عزیزہ بشریٰ داؤد مرحومہ کا خاص شوق تھا۔ اُس کی رحلت کے بعد اس بابرکت کام کو عزیزہ جو ہیں' آگے بڑھا رہی ہیں زیرِ نظر کتاب ''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بچپن'' لکھنے کی سعادت ان ہی کو حاصل ہوئی ہے۔

مشہور مقولہ ہے بچہ بچہ ہی ہوتا ہے خواہ بڑا ہو کر وہ نبی بنے۔ ہم ایک ایسے پیارے کے بچپن کے حالات پڑھ رہے ہیں جس کو نہ صرف ردائے نبوت عطا ہوئی۔ بلکہ آپؐ سارے نبیوں کے سردار ہیں۔ اسوۂ حسنہ کے موضوع پر لاتعداد کتب موجود ہیں۔ مگر اس بات کی خوشی ہمارے حصے میں آئی ہے کہ بچے، بڑے ہماری کتابوں میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین پر واضح ہو گا کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے اڑھائی ہزار سال پہلے بے آب و گیاہ وادی مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانگی ہوئی دعا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کیسا

رنگ لائی کہ آپ کی نسل سے ایک بچہ جو یتیمی کی حالت میں پیدا ہوا اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن کر کل عالم کی ہدایت و روشنی کا باعث بنا۔ اور اس کی جائے پیدائش مرجعِ خواص و عوام بنی۔

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

خاکسار احمدی والدین سے پُر زور گزارش کرتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو یہ کتابیں مطالعے کے لئے ضرور دیں تا کہ ان کے دلوں میں بچپن ہی سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا جذبہ جاگزیں ہو جائے اور وہ اپنے آقا کی ذات و اخلاق سے متأثر ہو کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کریں۔ دعا کے معجزانہ اثرات کا مشاہدہ کریں اور خدا کے ہو کر جینے، اس کی خاطر جانی و مالی قربانیوں کے ثمرات کا اندازہ ہو اور حصولِ رضائے الٰہی کے لئے کوشاں رہیں۔

وران کی معاونات ہم سب کی دعاؤں کی مستحق ہیں

جن کی شب و روز کی محنت سے یہ روحانی مائدہ ہم تک پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ عظیم سے نوازتا رہے اور اس مفید سلسلہ کو اپنے فضلوں سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بچپن

پیارے بچو! ہمیں خوشی ہے کہ آپ پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ہماری چھوٹی چھوٹی کتابیں شوق سے پڑھتے ہیں۔ کتاب ''مقدس ورثہ'' میں ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُس خاندان میں جس میں آپؐ نے پیدا ہونا تھا سب اچھی اچھی باتیں جمع کر رہا تھا۔ یہ سلسلہ آپؐ کی پیدائش سے صدیوں پہلے شروع ہو گیا تھا۔ کتاب ''چشمۂ زمزم'' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی نسل کے لئے دعاؤں کے متعلق بتایا تھا۔ یہ دعائیں آپؐ کی پیدائش سے اڑھائی ہزار سال پہلے مانگی گئی تھیں۔ پھر کتاب ''اصحابِ فیل'' میں آپؐ کی پیدائش سے پچپن دن پہلے کا واقعہ بیان کیا تھا۔ اس طرح آپ کو معلوم ہو گیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ساری دنیا کی توجہ مکہ مکرمہ کی طرف لا رہا تھا اور کل دنیا کی آبادی میں سے خاندان قریش اور بنی ہاشم کی فضیلت بتا رہا تھا۔ پھر ہم نے کتاب ''پیاری مخلوق'' بھی پیش کی۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ کل دنیا میں ساری مخلوق میں سے سب سے پیارے انسان ہمارے آقاؐ ہیں۔ پھر ہم نے یہ بھی پڑھا ہے کہ آپؐ صرف انسانوں میں سے ہی بہترین انسان نہیں بلکہ سارے انبیاء میں بھی بہترین ہیں۔ یہ بات آپ کتاب ''انبیاء کا موعود'' میں پڑھ چکے ہیں۔ پھر ''امن کا گہوارہ مکہ مکرمہ'' کتاب میں آپؐ کی پیدائش کے زمانے کے واقعات آپ کے علم میں آئے اور اُس شہر کا تعارف ہوا جہاں

آپؐ پیدا ہوئے۔ ''انسانی جواہرات کا خزینہ'' پڑھ کر آپ کو علم ہوا کہ آپؐ کے خاندان میں نسلوں سے جو اچھی صفات پیدا ہو رہی تھیں وہ آپؐ میں اعلیٰ ترین صورت میں جمع ہو گئیں۔ اب ہم آپ کو پیارے آقاؐ کی پیدائش، رضاعت اور ابتدائی بچپن کے حالات سناتے ہیں۔

اچھے بچو! آپ کو یاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل میں رسول عطا کئے جانے کے ساتھ خانہ کعبہ کی حفاظت کی دُعا بھی کی تھی۔ اللہ پاک نے یہ دعا قبول فرمائی۔ رسول بھی عطا فرمائے اور خانہ کعبہ کی حفاظت بھی کی وہ اس طرح کہ اڑھائی ہزار سال تک کسی نے خانہ کعبہ پر حملہ ہی نہیں کیا اور جب ابرہہ نے حملہ کیا تو عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر صاف کہہ دیا کہ خدا اپنے گھر کی خود حفاظت کرے گا۔ کیسا جواب دیا؟ وہ تو بہت عقلمند تھے۔ دراصل یہ سارا واقعہ اور یہ جواب سب کچھ اللہ کی خاص مدد دکھانے کا الٰہی انتظام تھا۔ پھر ننھے ننھے پرندے کنکر لے کر آئے اور ابرہہ کے لشکر پر گرائے جس سے فوج کتوں کی طرح مرنے لگی۔ یہ واقعہ ماہ محرم میں ہوا تھا۔

اُسی زمانے کی بات ہے عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا کہ ایک درخت ہے جس کی چوٹی آسمان تک ہے اس کی شاخیں مشرق اور مغرب میں دُور دُور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ درخت سورج سے کئی گنا زیادہ روشن ہے۔ قریش کا ایک گروہ اس کی شاخوں سے لٹکا ہوا ہے ایک دوسرا گروہ اس کی شاخوں کو کاٹنے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ اس گروہ کو قریش کا ایک خوبصورت جوان جس کے جسم سے خوشبو نکل رہی ہے مار مار کر بھگاتا ہے۔ اس وقت کے علماء نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ آپ کی اولاد میں وہ نبی پیدا ہو گا جس کی بشارت آسمانی صحیفوں میں موجود ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ جب رسول اقدس ﷺ کا ظہور ہوا تو جناب ابو طالب کہا کرتے

تھے کہ میرے باپ نے خواب میں جو مقدس درخت دیکھا تھا خدا کی قسم وہ درخت محمد ﷺ ہیں۔

(خصائص الکبریٰ جلد اوّل صفحہ 99)

عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ بہت نیک طبیعت کے مالک تھے اپنے والد کی نذر ماننے اور اپنے بدلے سو (100) اونٹوں کی قربانی نے اُن کو سب کی آنکھوں کا تارا بنا دیا تھا وہ بہت صحت مند اور خوبصورت تھے۔ شعر بھی کہتے تھے جو بہت پسند کئے جاتے تھے۔ وہ بُت پرست نہ تھے بلکہ ایک خدا کو مانتے تھے یعنی دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ اُن کی شادی قریش کی سب سے زیادہ قابل عزت خاتون حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن قصی سے ہوئی۔ حضرت آمنہ ورقہ بن نوفل کی رشتے کی بہن تھیں۔ ان کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔

عرب میں تعارف کروانے کے لئے باپ دادا کے ذکر کو ضروری سمجھا جاتا تھا۔ حسب ونسب کا سارا سلسلہ یاد رکھا جاتا تھا۔ ان دنوں علم حاصل کرنے کے لئے آج کے زمانے جیسے ذریعے نہ تھے۔ مثلاً ریڈیو، ٹی وی، اخبار، کتابیں وغیرہ بھی کم لکھی جاتی تھیں۔ انتہائی اہم بات لکڑی کی تختیوں، جانوروں کی کھالوں یا کسی ہموار سطح والی چیز پر لکھ لی جاتی۔ مگر زیادہ کام یادداشت پر چلتا وہ لوگ جاہل نہیں تھے اُن میں بڑے بڑے عالم اور شاعر گزرے ہیں۔ حسب ونسب کے تو بہت ماہر ہوتے تھے۔ بات دراصل یہ تھی کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی وہ بتا رہا تھا کہ جو ساری دنیا کا سردار نبی ﷺ ہے وہ حسب ونسب کے لحاظ سے بھی بہترین ہے۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ عرب کے اعلیٰ ترین خاندانوں کے اعلیٰ ترین افراد تھے۔ ان کی شادی بڑی برکتوں والی شادی تھی۔ دولہا کی عمر قریباً پچیس سال تھی اور دلہن کی عمر بیس سال سے کچھ کم تھی۔ اس زمانے میں رواج تھا کہ شادی

کے بعد دولہا تین دن تک سسرال میں رہتا تھا۔اس رواج کے مطابق تین دن سسرال میں رہنے کے بعد حضرت عبداللہ حضرت آمنہ کے ساتھ مکہ کے ایک محلّہ ُزقاق المولد' میں منتقل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ اپنے والد کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔اُن دنوں ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف جا رہا تھا۔آپ کے والد نے آپ کو اس قافلے کے ساتھ جانے کو کہا۔آپ والد کے بہت فرماں بردار تھے۔اس سفر پر روانہ ہو گئے۔ جاتے وقت حضرت آمنہ کو الوداع کہا۔ وہ گویا آخری سفر پر جانے کے لئے الوداع تھی۔ کیونکہ آپ شام کے سفر سے زندہ واپس نہ آئے۔راستے میں بیمار ہو گئے۔آپ کی ننھال یثرب (مدینہ) میں تھی۔وہاں ایک ماہ ٹھہرے۔مگر صحت یاب نہ ہو سکے اس طرح نئی نویلی دلہن کو اکیلا چھوڑ کر مسافرت میں اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے۔ آپ کی وفات حضرت عبدالمطلب اور مکہ والوں کے لئے بے حد صدمے کا باعث تھی۔حضرت آمنہ بے حد صابر و شاکر خاتون تھیں۔ بڑے صبر اور حوصلے سے اس مشکل کو برداشت کیا۔حضرت عبداللہ کوئی رئیس آدمی نہ تھے۔فوت ہونے پر ان کا ترکہ چند جانور، شعب ابی طالب میں ایک مکان، ایک دوکان، کھجوروں اور چمڑے کا کچھ ذخیرہ، دو غلام اور ایک لونڈی تھے۔ یہ لونڈی جن کا نام اُمّ ایمن تھا بڑی وفادار اور سمجھدار خاتون تھیں۔حضرت آمنہ کا بہت خیال رکھتیں اور ہر وقت خدمت میں حاضر رہتیں۔

پیارے بچو! آپ حضرت عبداللہ کی وفات اور حضرت آمنہ کے اکیلا رہ جانے پر اُداس ہو رہے ہیں۔ابھی جو باتیں آپ کو بتاؤں گی۔ان سے ساری اُداسی دور ہو جائے گی۔ میں نے بتایا ہے نا کہ وہ بہت نیک دل اور صبر کرنے والی خاتون تھیں۔ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ان کا غم اللہ تعالیٰ نے خود دُور کیا۔ وہ اس طرح کہ کئی دفعہ اُن کو خواب میں خوشخبری ملی۔ بہت بڑی خوشخبری۔ اتنی بڑی

خوشخبری آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملی اور وہ یہ کہ آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ آپ کو سب سے اونچی شان والا بیٹا عطا کیا جائے گا۔ صرف خواب ہی نہیں کشف میں بھی آپ کو ایسے نظارے دکھائے جاتے۔ جس سے آپ کو اندازہ ہوتا کہ کوئی بڑی شان والا بیٹا آپ کو ملے گا۔ آپ نے یہ بھی دیکھا تھا کہ آپ کے اندر سے ایک نور نکلا ہے جو ہر طرف پھیل گیا ہے۔ اس کا ذکر پیارے آقا ﷺ کے مبارک الفاظ میں بھی سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

میں اپنے باپ (حضرت) ابراہیمؑ کی دُعا ہوں (حضرت) عیسیٰ ابن مریمؑ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ رویا ہوں جو اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کے جسم سے ایک نور نکلا۔ جس میں اُنہیں شام کے محلات نظر آئے اور انبیاء کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 128 المکتب الاسلامی الطباعت والنشر ، بیروت)

نورانی وجودوں کے دنیا میں آنے سے پہلے اُن کی ماؤں کو بشارت دینے سے مجھے یاد آیا کہ قرآنِ پاک میں ذکر ہے کہ حضرت سارؑہ کو بھی نبیوں کی ماں بننے کی خوشخبری ملی تھی (سورۃ ھود، سورۃ ذاریات) اور بیٹے کا نام بھی اللہ پاک نے اسمٰعیل رکھنے کا پیغام بھجوایا تھا (پیدائش باب 16) اسی طرح حضرت مریمؑ کو بھی بیٹے کی بشارت ملی اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا ''عیسیٰ بن مریمؑ'' (آلِ عمران)

حضرت آمنہ کو بھی فرشتوں نے بیٹے کی خوشخبری کے ساتھ نام بھی بتایا ''محمدؐ'' اور حاسدوں اور شر سے بچنے کی دُعا بھی سکھائی۔ آپ اکثر سوتے جاگتے نورانی فرشتوں کو دیکھتیں۔ فرشتوں کے پروں کی آوازیں سنتیں۔ یہ سب انوکھی باتیں تھیں۔ واقعہ بھی تو انوکھا ہونے والا تھا۔ صرف حضرت آمنہ ہی نہیں کل کائنات ایک بہت بڑی شان والے وجود کی منتظر تھی۔ عیسائی اور یہودی علماء اپنی کتابوں میں دیئے گئے

اشاروں اور نشانیوں کے مطابق سمجھ رہے تھے کہ سب سے بڑی شان والے نبی کی پیدائش کا وقت آ گیا ہے۔ قیصر روم نے ستاروں کو دیکھ کر کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کا نبی پیدا ہونے والا ہے۔ عرب میں محمد نام رکھنے کا رواج نہ تھا۔ مگر جن کو علم تھا کہ آسمانی کتابوں کے مطابق موعود نبی کا نام محمدؐ ہو گا۔ وہ اپنے بچوں کے نام محمد رکھنے لگے۔ یہودیوں نے تو نقل مکانی کر کے مکہ کے اردگرد آباد ہونا شروع کر دیا۔ تا کہ موعود نبی آئے تو اس کا فیض حاصل کر سکیں۔

ورقہ بن نوفل قریش عرب تھے مگر بُت پرستی سے بیزار ہو کر عیسائی ہو گئے تھے۔ ان کا انجیل کا مطالعہ تھا۔ بلکہ انہوں نے انجیل کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ آل قریش میں موعود نبی پیدا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ عظیم نبی جس کے لئے سارا عرب منتظر تھا جس کا حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں میں وعدہ تھا۔ وہ موعود نبی جس کے لئے سارے یہودی منتظر تھے کہ فاران کی چوٹیوں سے ایک نبی بر پا ہو گا۔ وہ وجہِ تخلیقِ کائنات نبی جس کے لئے زمین و آسمان چشم براہ تھے۔ غرض یہ کہ نورِ الٰہی کے مظہر نورِ محمدیؐ کے جلوہ فرمانے کا بابرکت وقت آ گیا تھا۔

12/ربیع الاوّل، عام الفیل، 20/اپریل 571ء سورج نکلنے سے کچھ پہلے حضرت آمنہ کی گود میں وہ چاند آ گیا۔ جس کی بشارتیں انہیں مل رہی تھیں۔

تب عرشِ معلیٰ سے وہ نور کا تخت اُترا
اک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی

اک ساعت نورانی خورشید سے روشن تر
پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی

(کلامِ طاہر)

آپؐ کی ولادت مکہ کے محلّہ 'سوق الیل' میں ہوئی۔ آپؐ کی دایہ کا نام 'شفا'

تھا جو مشہور و محترم صحابی رسولؐ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی والدہ تھیں۔ سب سے پہلے بچے کو گود میں لینے کی سعادت انہیں کو ملی۔ انتہائی حسین بچہ، گول چمکدار سا حسین چہرہ، پیشانی اور ناک اونچی، آنکھیں سیاہ اور روشن، پلکیں دراز تھیں۔ سر بڑا اور بال کالے تھے۔ اس وقت آپؐ کی والدہ کو کشف میں دکھایا گیا کہ آپؐ کے ہاتھ میں فتح، نصرت اور غلبہ کی چابیاں ہیں۔ آپؐ آسمان سے نور لائے تھے۔ خود بھی نور تھے۔ آپ کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔

''اللہ جل شانہٗ نے جب احسان کرنا چاہا تو محمد ﷺ کو پیدا کیا آپ کا نام محمد ﷺ تھا جس کے معنی ہیں نہایت ہی تعریف کیا گیا۔''

(ملفوظات جلد دوم)

آپؐ کی خوبصورتی میں خدا تعالیٰ کی خوبصورتی کا عکس تھا آپؐ فرمایا کرتے تھے **اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ** ۔سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ میرا نور تھا۔

(زرقانی علی المواہب جلد نمبر 1 صفحہ 33)

یَا مَنْ غَدَا فِیْ نُوْرِہٖ وَ ضِیَائِہٖ
کَالنَّیِّرَیْنِ وَ نَوَّرَ الْمَلَوَانِ

(درثمین)

اے وہ ہستی جو اپنے نور اور روشنی میں مہر و ماہ کی طرح ہو گئی ہے اور رات اور دن منور ہو گئے ہیں۔

آپؐ کی پیدائش کے وقت حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ میں دعا کر رہے تھے۔ اُمّ ایمن نے آ کر پوتے کی خوشخبری سنائی۔ خوشی خوشی گھر آئے۔ پوتے کو گود میں لیا۔ حضرت آمنہ کے خواب اور کشف کی وجہ سے نام محمد ﷺ ہی پسند کیا۔ ننھے کو گود

میں لئے ہوئے خانہ کعبہ آ کر اللہ کا شکر ادا کیا اور اعلان کیا کہ عبداللہ مرحوم کے بچے کا نام محمدؐ رکھا گیا ہے۔ پھر واپس بچہ ماں کے سپرد کر دیا۔ انہیں اس موقع پر اپنا بیٹا عبداللہ بہت یاد آیا۔ دنیا میں یوں بھی ہوتا ہے کہ اگر بیٹا فوت ہو گیا ہو تو دادا پوتے پر قبضہ کر لیتا ہے مگر آپ نیک دل انسان تھے۔

''آپؐ کے والد کے فوت ہو جانے کے بعد آپؐ کو آپؐ کی والدہ کے قبضے میں رہنے دیا اور کہا کہ اس کے باپ کی جگہ مجھے ہی سمجھو۔ لیکن اس کی پرورش تم ہی کرو کوئی تکلیف ہو یا کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔ یہ نہ سمجھنا کہ اس باپ فوت ہو گیا۔''

(تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 216)

اس زمانے میں ایک رواج یہ تھا کہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو صحراؤں میں آباد قبیلوں میں بھیج دیتے۔ تاکہ وہاں کھلی ہوا میں بچے کی صحت اچھی رہے، اچھی عربی زبان سیکھیں۔ گفتگو کا سلیقہ آ جائے اور صحرائی بدو قبائل سے جفاکشی اور بہادری بھی سیکھ لیں۔ گاؤں والے بچے پالنے کا معاوضہ لیتے۔ اس طرح ان کی کمائی کا ذریعہ بن جاتا۔ آج کل ایسا رواج نہیں ہے۔ اس لئے آپ اس بات کو اچھی طرح نہ سمجھ سکیں گے۔ آپ نے یہ تو دیکھا ہے کہ جو مائیں ملازمت کرتی ہیں اپنے بچوں کے لئے (Baby Sitter) رکھتی ہیں۔ یا ایسے اداروں میں بچے چھوڑتی ہیں۔ جہاں ان کی اچھی طرح دیکھ بھال ہو۔ شہروں میں تو ہر روز لانے' لے جانے کی سہولت ہوتی ہے۔ مگر گاؤں وغیرہ میں مشکل ہوتا ہے اور پھر اُس زمانے میں تو سفر کی مشکلات بھی تھیں۔ گاؤں سے بچے سال سال یا دو دو سال بعد واپس لائے جاتے تھے۔ جس سال ہمارے پیارے آقا ﷺ پیدا ہوئے صحرائی قبائل کی دس شریف عورتیں مکہ آئیں۔ ان عورتوں کو یہ تلاش ہوتی کہ امیر گھرانے کا بچہ مل جائے تو پالنے کا زیادہ معاوضہ ملے۔ آمنہ کا لال تو یتیم تھا۔ یتیم کو پالنے سے کیا ملتا؟ جب خواتین کو پتہ لگتا کہ

اس گھر میں بچہ تو ہے مگر یتیم ہے اُسے چھوڑ دیتیں۔صرف ایک خاتون حلیمہ تھیں جن کو امیر گھرانے کا بچہ نہ ملا تو بجائے خالی ہاتھ واپس لوٹنے کے یتیم بچہ ہی لے جانا بہتر سمجھا۔دائی حلیمہ حضرت آمنہ کے گھر آئیں۔ننھا بچہ ابھی ایک ماہ کا تھا۔ایک ماہ تک اپنی ماں کا دودھ پیا تھا۔کچھ دن ابولہب کی آزاد کی ہوئی نوکر ثوبیہ کا دودھ بھی پیا تھا۔ دائی حلیمہ نے بچے کو گود میں لینے کی درخواست کی۔حضرت آمنہ نے درخواست قبول کر لی۔اُن کو بخوبی سمجھ تھی کہ اس بچے کو اتنے تذبذب کے بعد کیوں لیا گیا تھا۔اس لئے دائی حلیمہ کی تسلی کیلئے اُنہیں بتایا کہ دیکھو بظاہر تمہیں یہ بچہ ایک بیوہ عورت کا یتیم بچہ نظر آرہا ہے مگر یہ معمولی بچہ نہیں ہے۔مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ بڑی شان والا بچہ ہے پھر بچے کو رخصت کرتے وقت دعا کی۔

''میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔اُس شر سے جو پہاڑوں میں پلتا ہے۔یہاں تک کہ میں اسے اونٹ پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے۔''

(رحمۃ اللعالمین ﷺ جلد دوم صفحہ 103 مؤلف سیّد سلمان منصور پوری)

دائی حلیمہ ایک غریب عورت تھیں۔ اس زمانے میں کافی عرصے سے بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے خوراک کی چیزوں کی کمی تھی۔گھاس بھی نہیں اُگی تھی۔وہ قبائل جن کا گزارا بھیڑ بکریاں پال کر ہوتا تھا بڑے پریشان تھے۔بکریوں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا۔خوراک کم ہو تو ماں کا دودھ کم ہو جاتا ہے۔چنانچہ دائی حلیمہ کا جو بیٹا عبداللہ ان دنوں دودھ پیتا تھا وہ بھوکا رہتا تھا۔ جب واپسی کا سفر شروع ہوا تو دائی حلیمہ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور ننھے محمد ﷺ کو دودھ پلایا۔دودھ اتنا زیادہ تھا کہ دونوں نے پیٹ بھر کر دودھ پیا وہ حیران رہ گئیں۔پھر وہ اپنی مریل سی گدھی پر سوار ہوئیں تو وہ طاقتور، جوان جانور کی طرح اِترا اِترا کر چلنے لگی اور سب سے آگے نکل گئی۔گھر پہنچیں تو

اس بچے کی برکت سے خوراک کا کوئی مسئلہ نہ رہا۔ بکریاں خوب دودھ دینے لگیں۔ وہ خوب سمجھ گئیں کہ حضرت آمنہ نے ٹھیک ہی کہا تھا بچہ بہت برکت والا ہے۔ حلیمہ کی بیٹی شیما کو ننھے مہمان سے بہت پیار ہو گیا۔ ہر وقت گود میں لئے پھرتیں۔ ان خواتین سے سیکھ کر آپؐ نے ہوازن کے قبیلہ سعد کی زبان بولنا شروع کی۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں تم سب سے فصیح تر نبی ہوں کیونکہ میں قریش خاندان سے ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔''

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 71)

بچو! عربی زبان میں اس خاتون کو، جس کا دودھ پیا ہو، رضاعی والدہ کہتے ہیں، رضاعی ماں کے بچے رضاعی بہن بھائی کہلاتے ہیں۔ اس طرح وہ عرصہ جس میں رضاعی ماں کا دودھ پیا ہو عرصہ رضاعت کہلاتا ہے۔ دو سال کا عرصہ رضاعت گزرا تو حلیمہ آپؐ کو آپؐ کی والدہ کے حوالے کرنے مکہ آئیں۔ حوالے کرنے آ تو گئیں مگر دل بالکل نہیں چاہ رہا تھا کہ آپؐ کو خود سے جدا کریں آپؐ سے سب گھر والوں کو بہت محبت ہو گئی تھی۔ ماں کو ملانے کے بعد درخواست کی کہ کچھ عرصہ مزید اس بابرکت حسین بچے کو اُن کے ساتھ رہنے دیا جائے ان دنوں مکہ میں کوئی وبا پھیلی ہوئی تھی اُن کو اچھا بہانہ ہاتھ لگا کہنے لگیں کہ مکہ کی آب و ہوا میں ان کے بیمار پڑنے کا اندیشہ ہے اگر آپ اجازت دیں تو ابھی کچھ عرصہ اور اپنے ساتھ بچے کو رکھ لوں۔ حضرت آمنہ کو بچے کی سلامتی کا اتنا خیال تھا کہ دل نہ چاہتے ہوئے بھی اجازت دے دی۔ حلیمہ اپنے گھر واپس گئیں تو بچے کو ساتھ دیکھ کر ان کے بچے خوشی سے کِھل اُٹھے۔

حلیمہ کے چار بچے تھے عبداللہ، انیسہ، حذیفہ اور حذافہ۔ حذافہ کا دوسرا نام شیما تھا۔ آپؐ اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ کھلی فضا میں کھیلتے اور جب وہ بکریاں چرانے جاتے تو آپؐ بھی ساتھ جاتے۔ کبھی کبھی گھر سے دور بھی نکل جاتے۔

آپؐ بکریوں کی حفاظت بڑی ہوشیاری سے کرتے۔آپؐ بہت بہادر بچے تھے۔ایک دن کیا ہوا کہ آپؐ دوسرے بچوں کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک گھوڑوں پر سوار ڈاکو آ گئے آتے ہی بکریاں جمع کر کے ہانک کر لے جانے لگے آپؐ ایک ننھے معصوم بچے تھے مگر دلیروں کی طرح اُن کے راستے میں ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور کہا ''میں یہ بکریاں نہیں لے جانے دوں گا کیونکہ یہ گاؤں والوں کی ہیں۔ ہم انہیں چرانے لائے تھے۔ میں آپ کو مالکوں کا مال نہیں لے جانے دوں گا۔'' ڈاکوؤں کو حیرت ہوئی کہ سب لوگ ہمارے خوف اور دہشت سے کانپنے لگتے ہیں یہ کیسا بچہ ہے جو ڈاکوؤں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہے۔خاص طور پر ان کا سردار بہت جِھلّایا۔طیش میں آ کر آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک معصوم بچہ بڑے اعتماد سے بازو پھیلائے راستہ روکے کھڑا ہے۔اس خوبصورت پُرعزم بچے پر نظر پڑتے ہی سردار کو اندازہ ہوا کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں۔ پوچھا

تمہارا نام کیا ہے؟

محمدؐ

کس کے بیٹے ہو؟

عبدالمطلب کے

سردار سمجھ گیا کہ قریش خاندان کا بچہ ہی ایسا بہادر ہو سکتا ہے۔بکریاں چھوڑ دیں۔محمدؐ کو سلام کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔

اب ایک اور واقعہ سنو ایک دن آپؐ روزانہ کی طرح اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ اپنے گھر کے پچھواڑے بکریاں چرا رہے تھے۔آپ دونوں ہی تھے کوئی اور نہیں تھا۔آپؐ کی عمر اندازاً چار سال تھی اچانک سفید کپڑے پہنے ہوئے دو اجنبی آدمی برف سے بھرا ہوا طشت لے کر آئے۔حضرت محمد ﷺ کو زمین پر لٹایا اور

سینہ کاٹ دیا عبداللہ یہ دیکھ کر بے حد ڈر گئے۔ بھاگم بھاگ گھر پہنچے اور اپنے امی ابا کو بتایا کہ محمد ﷺ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ حلیمہ اور حارث تیزی سے وہاں پہنچے دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا اور محمد ﷺ کچھ خوفزدہ سے کھڑے تھے رنگ فق تھا۔ دونوں نے پیار سے سینے سے چمٹایا اور پیار بھرے لہجے میں پوچھا

بیٹا کیا بات ہوئی؟

محمد ﷺ نے معصوم انداز میں ساری بات بتائی۔

''دو آدمی آئے تھے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے پاس سونے کا طشت تھا۔ اس میں برف تھی۔ وہ میرا سینہ کھول کر کچھ تلاش کر رہے تھے۔ پھر میرا دل نکال کر شگاف دیا اور اس میں سے ایک سیاہ ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر میرے سینے اور دل کو برف سے دھو دیا۔ یہاں تک کے خوب پاک کر دیا۔''

(ابن ہشام صفحہ 112، مسلم جلد 1 باب 81 سراء)

حلیمہ اور حارث نے اِدھر اُدھر دیکھا کوئی آدمی تھا نہ خون، نہ کوئی جسم کا حصہ باہر پھینکا ہوا نظر آیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا کہ بچہ، پرائی امانت، بالکل سلامت ہے فوراً فیصلہ کر لیا کہ آپؐ کو والدہ کے پاس چھوڑ آئیں گی۔ خدا جانے کیا واقعہ ہوا تھا وہ ڈر گئیں کہ کہیں کچھ اور نہ ہو جائے۔ بہتر ہے ماں کے حوالے کر دیں۔

پیارے بچو! یہ واقعہ شقِّ صدر کہلاتا ہے یعنی سینہ چاک ہونے والا واقعہ۔ یہ ایک طرح کا کشف تھا۔ کشف کا مطلب ہے جاگتے ہوئے خواب کا سا منظر نظر آ جانا۔ اس کشف میں آپؐ کا رضاعی بھائی بھی کچھ حد تک شریک تھا تا کہ گواہ بنے۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ انسان کے روپ میں آیا اور آپؐ کے سینۂ مبارک کو صاف کیا۔ پیارے محمد ﷺ کے دل میں کوئی گندگی نہ تھی۔ آپؐ کا دل تو پاک تھا یہ سارا واقعہ خواب کی طرح تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ دنیا کی محبت آپؐ کے دل سے نکال دی گئی۔ آپؐ کو

دین کی سمجھ اور روحانی علوم دیئے گئے۔ دوسروں پر رُعب دیا گیا کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں بلکہ خاص بچہ ہے۔ یہ واقعہ ایک خاص نشان تھا مگر حلیمہ ڈر گئیں اور بچے کو واپس کرنے کے ارادے سے چلیں۔ حلیمہ مکہ پہنچیں تو مکہ کی گلیوں میں آپؐ اِدھر اُدھر ہو گئے۔ بہت تلاش کیا گیا مگر آپؐ نہ ملے گھبرا کر عبدالمطلب کے پاس گئیں کہ میں محمد ﷺ کو لے تو آئی تھی۔ مگر وہ گم ہو گئے ہیں۔ عبدالمطلب کعبہ کے پاس جا کر دعا کرنے لگے اتنے میں قریش کے ایک اور شخص ورقہ بن نوفل آپؐ کو لے کر عبدالمطلب کے پاس آئے۔ آپ نے بچے کو بہت پیار کیا اور کندھے پر بٹھا کر کعبہ کا طواف کیا اور آپؐ کے لئے بہت دعا کی اور پھر حضرت آمنہ کے پاس بھیجا۔

(سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ 113)

آپؐ اپنی امی کے ساتھ رہنے لگے۔ دونوں بے حد خوش تھے پیاری پیاری باتیں کرنے والا صحت مند حسین بچہ اور ترسی ہوئی ماں جس نے شوہر کی جدائی میں بڑا مشکل وقت گزارا تھا۔ مالی تنگی اس قدر برداشت کی تھی کہ کبھی سوکھا گوشت ہی کھا کر گزارا کیا تھا۔ مگر اس چھوٹے سے گھر میں سچے پیار کی دولت تھی۔ حضرت آمنہ ننھے شہزادے کو بہت پیار کرتیں مگر اُن کو اِس چاند سے بیٹے کو پیار کرنے کا زیادہ موقع نہ ملا۔ ہوا یوں کہ حضرت آمنہ کے ننہال یثرب (مدینہ) میں رہتے تھے۔ آپ ان سے ملنے اور اپنے شوہر کی قبر پر دعا کرنے جایا کرتی تھیں۔ آپ نے پروگرام بنایا کہ اس دفعہ محمد ﷺ کو بھی ساتھ لے جائیں۔ دونوں حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت ایک ساتھ کریں۔ آپؐ کی عمر اس وقت چھ سال تھی جب آپؐ اپنی والدہ اور اُمّ ایمن کے ساتھ مکہ سے سفر پر روانہ ہوئے۔ مدینہ میں بنونجار آپؐ کے رشتہ دار تھے۔ آپؐ وہاں ایک ماہ ٹھہرے۔ اپنے ہم عمروں میں خوب کھیلے کودے۔ یہیں پر آپؐ نے ایک تالاب میں تیرنا سیکھا۔ باپ کی قبر کی زیارت کی، واپسی میں مدینہ اور مکہ کے درمیان

سفر کے دوران رستے میں حضرت آمنہ شدید بیمار ہوگئیں۔ حالت خراب سے خراب تر ہونے لگی تو ان کو محسوس ہوا کہ اب بچ نہیں سکوں گی۔ اپنے پیارے بیٹے پر الوداعی نگاہیں ڈالیں اور باپ سے محروم بچے کی ماں نے بچے کو اللہ کے سپرد کیا۔

"اے میرے بیٹے تجھ پر اللہ اپنی برکتیں نازل فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جو صاحبِ جلال اور صاحبِ اِکرام ہے تجھے اپنے بندوں کی طرف مبعوث کرے گا۔"

(مواہب المدینہ صفحہ 32)

خدا شاہد ہے کہ اس سیّدۃ النساء نے اپنی یادگار ایسا ہی بچہ چھوڑا جو کُل عالم کے لئے نورِ ہدایت ہے۔ حضرت آمنہ ابواء نامی جگہ پر وفات پا گئیں۔ ابواء میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر قدرے بلند جگہ پر آپ کی قبر ہے۔ آپؐ نے والدہ کے لئے دعا کی۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 355)

اُمّ ایمن ننھے محمد ﷺ کو لے کر واپس مکہ آئیں۔ باپ تو پہلے ہی نہیں تھا اب ماں سے بھی محروم ہوگئے۔ دراصل آپؐ اپنے پیدا کرنے والے کی پناہ میں تھے۔ "کیا ہم نے تجھے یتیم پا کر پناہ نہیں دی" (الضحیٰ) اللہ پاک کی رحمانیت نے عبدالمطلب کو مقرر کر دیا کہ آپؐ کو پیار کی کمی نہ آنے دیں۔

"اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دادا عبدالمطلب کے دل میں آپؐ کی غیر معمولی طور پر محبت پیدا کر دی عام طور پر ایسے حالات میں انسان کی توجہ پوتوں کی بجائے اپنے دوسرے بیٹوں کی طرف ہوتی ہے مگر عبدالمطلب کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے بیٹوں کو تو ڈانٹ ڈپٹ لیتے مگر رسولِ کریم ﷺ سے ہمیشہ محبت

اور پیار رکھتے۔ حالانکہ اُن کے لڑکے جوان تھے اور وہ اُن کی خدمت بھی کرتے رہتے تھے۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں رسولِ کریم ﷺ کی ایسی محبت پیدا کر دی کہ آپؐ اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی اُن کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو وہ بے چین ہو جاتے تھے۔ آپؐ کو ہر وقت گود میں اُٹھائے رکھتے تھے۔ آپؐ کی محبت میں اشعار پڑھتے تھے اور اپنے بچوں کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ اس کی قدر کیوں نہیں کرتے۔''

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 97)

''عبدالمطلب کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ مجلس میں بیٹھے ہوتے تو آپ کا اتنا رعب ہوتا تھا کہ ہم سے جوان سے جوان کی بھی طاقت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے آنکھ اُٹھائے۔ عرب میں بڑوں کا بہت ادب کیا جاتا تھا اور کرایا جاتا تھا۔ لیکن محمد ﷺ بچپن کی وجہ سے بعض دفعہ دادا سے کھیلتے اُن کے کندھوں پر چڑھ جاتے آپ کے بیٹے سرخ سرخ آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے۔ مگر حضرت عبدالمطلب فرماتے خبردار میرے اس بچے کو بری نگاہ سے نہ دیکھنا۔''

(تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 218)

کوئی منع کرتا تو آپ کہتے میرے اس بیٹے کو منع نہ کیا کرو کیونکہ یہ ہونہار ہے اور صاحب شان ہے۔ آپؐ کی کمر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے۔

پیارے بچو! آپ سوچتے ہوں گے کہ پیارے آقا اسکول کب داخل ہوئے۔ آپؐ کو کس نے پڑھایا آپؐ نے کیا سیکھا ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ

آپؐ کبھی کسی اسکول میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ایک تو اس وقت باقاعدہ اسکولوں کا رواج نہ تھا دوسرے اس پیارے وجود کی تعلیم وتربیت خدا تعالیٰ نے خود کی تھی۔آپ جانتے ہیں کہ بچوں کا پہلا سہارا ماں باپ ہوتے ہیں۔آپؐ کے والد فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کا سہارا تھا۔آپؐ کی والدہ فوت ہوگئیں۔اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ پالنے والا میں ہوں۔ پھر عبدالمطلب کے دل میں پیار ڈال دیا۔اس طرح آپؐ کو محرومی کا احساس نہ ہونے دیا۔ بلکہ آپؐ زیادہ لاڈ پیار میں پلے۔دادا پوتے کا عجیب پیار تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو آپؐ کو کندھے پر بٹھا لیتے۔اس وقت تک کھانا شروع نہ کرتے جب تک ننھا پوتا کھانے میں شریک نہ ہوتا۔آپؐ کو یہ سرپرستی بھی زیادہ عرصہ میسر نہ آئی۔عبدالمطلب بوڑھے ہو چکے تھے۔آپؐ اُس وقت آٹھ، یا نو سال کے تھے۔عبدالمطلب نے وفات سے کچھ دیر پہلے اپنے بیٹے ابوطالب کو بلایا اور فرمایا

''میں تم پر دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ اعتبار کرتا ہوں۔ یہ میری امانت ہے۔اسے اپنے بچوں کی طرح پالنا۔ دیکھنا اس کا دل میلا نہ ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 218)

عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے سگے بھائی ابوطالب کو یہ امانت سونپ کر 82 سال (بعض روایات کے مطابق ایک سو سال) کی عمر میں وفات پائی۔ان کا جنازہ اُٹھا تو دُرِّ یتیم محمد ﷺ ساتھ ساتھ تھے اور آپؐ کے آنسو بہتے جاتے تھے۔ یہ عام الفیل کے بعد آٹھواں سال تھا۔

''ابوطالب نے اس روتے ہوئے غمگین و پریشان بچے حضرت محمد ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا اور بڑے پیار سے کہا تم بھی میرے بچے ہو۔میرے دوسرے بچوں کے ساتھ میرے

پاس آرام سے رہو۔ ابوطالب کو اس پیارے بچے سے اس لئے بھی پیار تھا کہ وہ آپ کے سگے بھائی کی اولاد تھا۔ عبدالمطلب کی کئی بیویاں تھیں جن میں سے فاطمہ بنت عمرو سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ابوطالب بڑے بیٹے تھے اور عبداللہ چھوٹے تھے۔ ایک بیٹی کا نام اروی تھا اور ایک اُمّ حکیم جو حضرت عبداللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ بھائی جوانی میں فوت ہو گیا تھا۔ پھر اس معصوم بچے کی والدہ اور دادا کے نہ رہنے سے بھی قدرتی طور پر محبت میں شدت آ گئی۔ ابوطالب بعض دفعہ اپنے بچوں کے سامنے کہتے کہ 'یہ میرا بچہ ہے' رات کو عموماً اپنے ساتھ سلاتے تھے یہی کوشش رہتی کہ حضرت محمد ﷺ ہر وقت آپ کی آنکھوں کے آگے رہیں۔ کبھی کسی کام سے باہر جاتے تو آ کر تسلی کرتے کہ آپؐ بھوکے تو نہیں رہے۔ آپؐ کی چچی بھی آپ پر سختی نہیں کرتی تھیں۔ دراصل آپؐ اتنی پیاری اداؤں کے مالک تھے کہ سختی کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی۔ آپؐ کے چچا کے گھر میں جب کھانا تقسیم ہوتا تھا تو آپؐ کبھی بڑھ کر مانگا نہیں کرتے تھے باقی بچے لڑ جھگڑ کر مانگتے مگر رسول کریم ﷺ اس بچپن کی عمر میں بوجہ اپنی ذہانت اور سمجھ کے (بعض بچے جو ذہین نہیں ہوتے وہ چچی سے بھی لڑ جھگڑ کر چیزیں مانگ لیتے ہیں جس طرح ماں سے مانگی جاتی ہیں مگر یہ محبت کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اُن کی عقل کی کمی کا نتیجہ ہوتا ہے) یہ محسوس کرتے تھے کہ میں اس گھر سے بطور حق کچھ نہیں مانگ سکتا۔ مجھ پر تو میرے چچا اور چچی

کا یہ احسان ہے کہ انہوں نے محبت اور پیار سے مجھے اپنے پاس رکھ لیا ہے...... بعض دفعہ آپؐ کے چچا بھی موجود ہوتے اور چچا کو رسول کریم ﷺ سے جو محبت تھی وہ ایسی تھی کہ باپ کی طرح ہی تھی۔ اسی وجہ سے بعض دفعہ ابوطالب جب گھر میں آتے اور وہ رسول کریم ﷺ کو عام بچوں سے الگ ایک طرف کھڑے دیکھتے اور یہ بھی دیکھتے کہ باقی بچے شور کر رہے ہیں اور لڑ جھگڑ کر چیزیں لے رہے ہیں۔ مثلاً مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے تو ایک کہتا میں مٹھائی کی ڈلی نہیں لوں گا دوسرا کہتا ہے اماں مجھے تو نے کچھ بھی نہیں دیا اسی طرح ہر بچہ اپنا حق جتا کر چیز کا مطالبہ کر رہا ہے اور رسول کریم ﷺ ایک کونے میں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں تو ابوطالب ان کو بازو سے پکڑ لیتے اور کہتے ''میرے بچے تو یہاں کیوں خاموش بیٹھا ہے۔''

پھر وہ آپؐ کو لا کر اپنی بیوی کے پاس کھڑا کر دیتے اور کہتے ''تو بھی اپنی چچی سے چمٹ جا اور اس سے مانگ۔ مگر رسول کریم ﷺ نہ چمٹتے اور نہ کچھ مانگتے۔''

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 255-256)

وہ کونے میں کھڑے رہتے اور یہ خیال کرتے کہ دنیا میں میرا حصہ ہے ہی نہیں میں اگر مانگوں تو کیوں مانگوں اور اگر مانگوں تو کس سے مانگوں۔

پیارے بچو! یہ سب کیفیات اس لئے آپؐ پر گزریں کہ آپؐ کو ایک خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہو کہ کس طرح مشکل حالات میں اس نے پرورش کر کے' ربوبیت کی شان دکھا کے' آپؐ کے قدموں میں ساری دنیا ڈال دی۔ مزے کی بات

یہ ہے کہ درود شریف میں ہم جن دو بزرگ نبیوں کا نام ایک ساتھ لیتے ہیں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دونوں کے ساتھ یہ واقعہ ایک ہی طرح گزرا۔ دونوں کے والد بچپن میں فوت ہوئے۔ دونوں کو ان کے چچاؤں نے پالا اور دونوں کے چچا بت پرست تھے مگر اللہ پاک نے ان کی نگرانی میں پلنے والے بچوں کی خود تربیت کی خود ربوبیت کی اور سب سے بڑے خدائے واحد کے پرستار بنے۔ سبحان اللہ

بچو! اللہ پاک کی حکمت سے آنحضرت ﷺ کے بچپن ہی سے ایسے واقعات ہوئے جن سے لوگوں کو احساس ہونے لگا کہ یہ بچہ معمولی بچہ نہیں ہے۔ ایک دفعہ مکہ میں ایک ایسا شخص آیا جو چہرے دیکھ کر قسمت کا حال بتانے کا ماہر تھا۔ سب لوگ شوق شوق سے اپنے بچوں کو لے کر گئے اور اس سے مستقبل کے حالات پوچھے ابوطالب بھی آپؐ کو لے کر گئے۔ اپنے بچوں کو لے کر نہیں گئے۔ صرف اپنے بھتیجے کو لے کر گئے۔ کیونکہ صاف ظاہر ہو چکا تھا کہ آپؐ میں کوئی غیر معمولی بات ہے۔ اس نجومی نے ایک نظر آپؐ کو دیکھا پھر کسی کام میں مصروف ہو گیا۔ کاموں سے فارغ ہوا اور باقی لوگ چلے گئے تو پوچھنے لگا ایک لڑکا آیا تھا وہ کہاں ہے مجھے جلدی دکھاؤ۔ وہ ہونہار ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس کی شان ظاہر ہو گی۔ ابوطالب نے اس قدر دلچسپی دیکھی تو گھبرا گئے کہ کہیں وہ بچے کو زبردستی نہ چھین لے۔ دراصل وہ اس لئے اصرار کر رہا تھا کہ آپؐ کے چہرے پر وہ خاص نور دیکھ چکا تھا۔

”آپؐ دس بارہ سال کے تھے تو عرب کے دوسرے بچوں کی طرح بکریاں چرانے کا کام بھی کیا۔“

(پیغام صلح صفحہ 27)

اس کی ایک وجہ مصیبت اور یتیمی تھی دوسرے عرب کے بچے اسکول تو جاتے

نہیں تھے نہ اُن کی شامیں ٹی وی دیکھتے گزرتی تھیں وہ تیراندازی، گھڑسواری جیسی ورزشی کھیلیں کھیلتے اور اپنے ماں باپ کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اسی طرح جنگلوں میں اپنی بکریاں چرانے بھی لے جاتے۔ آپؐ کے بچپن میں بکریاں چرانے کا ذکر بڑے پُرلطف انداز میں ملتا ہے۔ ایک دفعہ ایک جنگل سے گزرتے ہوئے صحابہ ایک قسم کی جنگلی بیریوں سے بیر (پیلو) توڑ کر کھانے لگے تو آپؐ نے فرمایا ''جو خوب سیاہ ہو جاتے ہیں زیادہ مزے کے ہوتے ہیں۔ یہ میرا اُس زمانے کا تجربہ ہے جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا۔''

(طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ 80، بخاری شریف کتاب الاجارہ)

''آپؐ نے معاوضہ لے کر بھی بکریاں چرائیں۔''

(بخاری کتاب الاجارہ)

''اس عمر میں آپؐ کی دوستی حضرت حکیم بن حزام سے تھی۔''

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 626)

آپؐ بارہ سال کے تھے ابوطالب ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ آپؐ سے یہ جدائی برداشت نہ ہو رہی تھی۔ چچا سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ ابوطالب سمجھ گئے کہ محبت کی وجہ سے میرا جانا آپؐ کو اُداس کر رہا ہے۔ خود اُن کا دل بھی اُداس ہو رہا تھا۔ دراصل اللہ پاک ایسے سامان کر رہا تھا کہ اُس پیارے حضرت محمد ﷺ کی شان سے زیادہ سے زیادہ لوگ واقف ہوں۔ آپؐ کے پیارے چہرے کو ایک دفعہ دیکھنے والے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ ابوطالب آپؐ کو اپنے ساتھ شام لے گئے۔ شام کے جنوب میں ایک گاؤں بُصریٰ تھا جب قریش کا قافلہ وہاں پہنچا تو وہاں ایک خانقاہ (صومعہ) مذہبی عبادت گاہ تھی جس کا راہب (عیسائی عالم دین) بحیرا نام کا عیسائی تھا۔ بحیرا کی نظر

آپؐ پر پڑی تو اُس نے دیکھا کہ بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا آپؐ پر سایہ کئے ہوئے ہے تا کہ آپؐ کو دھوپ سے بچائے۔اُس نے کشفاً یہ نظارہ بھی دیکھا کہ آپؐ کو دیکھ کر درخت اور پتھر سجدہ میں گر گئے۔اُس کو فوراً اندازہ ہو گیا کہ سات پشتوں سے سینہ در سینہ جو ایک موعود نبی کے متعلق پیشگوئی ہے کہ قریش میں سے ہوگا عین ممکن ہے کہ یہی بچہ ہو اُس نے ایک ترکیب سوچی اور سب قافلے والوں کو دعوت پر بلایا تا کہ آپؐ کو اچھی طرح دیکھ سکے۔وہ آنے والے مہمانوں کو غور سے دیکھتا رہا مگر وہ حسین بچہ اُس کو نظر نہ آیا۔تو اُس نے پوچھا کہ کیا سب قافلے والے آ گئے ہیں۔اُس کو بتایا گیا کہ ایک بچہ سامان کی حفاظت کے لئے پیچھے رہ گیا ہے۔بحیرا نے اصرار کر کے آپؐ کو بلوایا۔اور آپؐ کو قریب بلا کر آپؐ سے باتیں کیں دونوں کندھوں کے درمیان اُبھرے ہوئے گوشت 'مہر نبوت' کو محسوس کیا جو آنے والے نبی کی ایک نشانی تھی جب یقین ہو گیا کہ آپؐ ہی وہ موعود نبی ہیں تو ابوطالب سے پوچھا کہ

اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟

یہ میرا بیٹا ہے۔ابوطالب نے جواب دیا۔

اس کا باپ تو زندہ نہیں۔راہب نے کہا

ٹھیک ہے یہ میرا بھتیجا ہے۔

راہب نے ابوطالب سے کہا آپ اس بچے کو لے کر فوراً واپس چلے جائیں ایسا نہ ہو یہودی ان نشانیوں سے اس کو پہچان لیں اور کوئی نقصان پہنچائیں۔

پیارے بچو! ہم ایک مقدس ہستی کے بچپن کے حالات پڑھ رہے ہیں اس میں آپ خاص بات محسوس کریں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مکہ کے بُت پرست جاہل اور عیش پرست ماحول سے بچا کر اس پاک بچے کے اخلاق کی خود حفاظت فرما رہا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے اپنے بچپن کا واقعہ سنایا کہ ''میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور

سب بچے کھیل کے واسطے پتھر اُٹھا رہے تھے جیسا کہ بچوں کا قاعدہ ہے انہوں نے اپنے تہبند کھول کر کندھوں پر رکھ لئے تھے تا کہ اُن پر پتھر ڈھوڈھو کر لائیں میں نے بھی چاہا کہ میں بھی اپنا تہبند اپنے کندھوں پر رکھ کر پتھر اُٹھاؤں کہ غیب سے ایک طمانچہ میرے لگا جس سے مجھ کو نہایت صدمہ پہنچا اور غیب سے آواز آئی کہ 'اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لو' پس میں نے اُس کو مضبوط باندھ لیا اور گردن پر پتھر اُٹھانے لگا۔ حالانکہ میرے سب ساتھی اسی طرح پتھر اُٹھا رہے تھے اور اُن سب میں فقط ایک میں ہی تہبند باندھے ہوئے تھا۔''

(ابن ہشام صفحہ 119)

ایک واقعہ اور سنو جس سے حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کا' اپنی قدرتوں سے' آپؐ کو شرک سے بچانا ظاہر ہوتا ہے۔ عرب میں ایک سالانہ تقریب ہوا کرتی تھی۔ اُن کا ایک بُت تھا 'بوانہ'۔ اُسی کے نام سے یہ تقریب تھی بس بالکل عید سمجھ لو۔ نوعیت بھی مذہبی تھی اس لئے سب کا شریک ہونا ضروری تھا مگر آپؐ کے دل میں خدا تعالیٰ نے ڈال دیا کہ آپؐ اس میں شریک نہیں ہوں گے۔ چچی نے، چچا نے، دوسرے چچاؤں نے، چھوٹے بڑے سب نے اصرار کیا مگر آپؐ اس تقریب پر جانے کے لئے رضامند نہ ہوئے زیادہ اصرار سے تنگ آ کر رونے والے ہو گئے اور اپنے چچا سے کہا مجھے ایسی جگہوں پر جانا بالکل پسند نہیں۔ مجھے خوف آتا ہے۔ نہ میں وہاں جاؤں گا اور نہ وہاں کا کھانا کھاؤں گا۔ ابوطالب کو بچے کی دلداری منظور تھی۔ کہہ دیا کہ کوئی بات نہیں تم اُمّ ایمن کے ساتھ گھر میں رہو میں سب کو سمجھا لوں گا۔ تو اس طرح بچو! ایک مشرکانہ تقریب میں شرکت سے اللہ پاک نے آپؐ کو بچایا اور اصرار کرنے والے اس بات کے گواہ ٹھہرے کہ آپؐ بچپن سے اللہ کے سوا کسی کو اہمیت نہ دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک اور فضول تقریب سے اللہ پاک نے آپؐ کو بچایا۔ وہ اس

طرح کہ عرب میں دستور تھا کہ سرِ شام کھلی جگہ پر جمع ہو جاتے۔ رات بھر قصے، کہانیاں، شعر گوئی، ناچ، گانا چلتا رہتا۔ آپ کو پتا ہے کہ عرب میں گرمیوں میں دن کے وقت بے حد گرمی ہوتی ہے اور راتیں نسبتاً ٹھنڈی اور پُرسکون ہوتی ہیں اس لئے عام طور پر اُن کی محفلیں راتوں کو جمتیں۔ ایک نکاح کی تقریب ہو رہی تھی آپؐ بھی اتفاقاً چلے گئے مگر جاتے ہی ایسا نیند کا غلبہ ہوا کہ ساری رات سوتے رہے۔ صبح آنکھ کھلی، کوئی فضول منظر نہ دیکھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ وہ فضول کاموں میں وقت ضائع کریں۔

آپؐ کی عادتیں اتنی پیاری تھیں کہ ہر طرف تذکرہ ہونے لگا تھا کہ محمد ﷺ اچھے بچے ہیں۔ آپؐ فرمانبردار ہیں، سچ بولتے ہیں، بزرگوں کا ادب کرتے ہیں، چھوٹوں سے لڑتے جھگڑتے نہیں، جس چیز پر حق نہ ہو استعمال نہیں فرماتے، کوئی اپنی چیز رکھوائے تو حفاظت سے رکھ کر ویسے ہی واپس کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؐ میں ایک ایسی خوبی تھی جو فوراً دوسروں کے دلوں میں گھر کر لیتی۔ آپؐ غریبوں کے بہت ہمدرد تھے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ مکہ میں ہر قسم کی برائیاں عام تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہر طرح کی برائیوں سے بچا کر نیکیوں کی راہ پر ڈالتا رہا۔ اور لوگوں کے دل میں آپؐ کی قدر اور محبت میں اضافہ فرماتا رہا۔

بچو! آپ سوچیں کہ سر پر ماں باپ اور دادا کا سایہ نہ تھا صرف چچا تھے جو بہت بڑے خاندان کے سرپرست تھے، مصروف رہتے تھے اور وہ تھے بھی بُت پرست۔ تو اس معصوم حسین بچے کو کون سی طاقت سنبھال رہی تھی، یقیناً اللہ تعالیٰ' آپؐ خود فرماتے ہیں۔

''میں نے ساری عمر میں صرف دو دفعہ اس قسم کی مجلس

میں شرکت کا ارادہ کیا مگر دونوں دفعہ روک دیا گیا۔‘‘ (طبری)

پیارے بچو! آپ نے دیکھا اللہ تعالیٰ کی کفالت اور تعلیم و تربیت نے کیسا ہیرا تراشا۔ دنیا نے آپؐ سے بہتر انسان نہ کبھی دیکھا تھا، نہ کبھی دیکھے گی۔ آپؐ پر لاکھوں کروڑوں درود و سلام ہوں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

نام اُس کا ہے محمد ﷺ دلبر میرا یہی ہے

یہ تو بہت کم عمری کی حسین باتیں تھیں آپؐ کچھ بڑے ہوئے تو آپؐ کی معاملہ فہمی اور صلح پسندی جیسے اوصاف نے بھی سب کو بہت متاثر کیا۔

عرب قبیلے آپس میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑنے لگتے۔ کبھی کسی تقریب یا میلے میں میل جول کے وقت کسی بات پر اختلاف ہو جاتا۔ یہ اختلاف جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتا اور یہ جھگڑے بعض دفعہ بہت لمبے چلتے اور لمبی جنگوں کی شکل اختیار کر لیتے۔ کوئی قبیلہ ہار مان کر یا جھک کر صلح کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ ہر قیمت پر جنگ جاری رکھنے کو بہادری سمجھا جاتا۔ اُن کے ہاں ایک رسم جاری تھی۔ جب قبائل کی آپس میں کسی بات پر ٹھن جاتی تو وہ ایک بڑے پیالے میں خون بھر لیتے اور اپنی انگلیاں خون میں ڈبو ڈبو کر قسمیں کھاتے کہ لڑائی ہوئی تو جان دے دیں گے مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اب ہم آپ کو ایک ایسی لڑائی کا حال سنائیں گے۔ جو ایک معمولی بات پر شروع ہو کر طویل ہو گئی۔

مکہ سے مشرق کی طرف کچھ فاصلے پر ایک میلہ ’عکاظ‘ لگا کرتا تھا یہ میلہ کئی لحاظ سے بڑا مشہور تھا اور اس میں دُور دُور سے لوگ شرکت کرنے آتے تھے۔ میلے کے ہلّے گُلّے میں جھگڑا شروع ہوا ایک طرف قبیلہ بنو کنانہ اور قبیلہ قریش کے لوگ ہو گئے۔ ان کا سردار زبیر بن عبدالمطلب تھا۔ دوسری طرف قبیلہ قیس عیلان اور قبیلہ

ہوازن ہو گئے۔جن کا سردار حرب بن اُمیہ تھا۔ یہ جنگ بڑے جوش وخروش سے جاری رہی۔لمبا عرصہ چلی۔ جب یہ جنگ ہو رہی تھی حضرت رسول کریم ﷺ کی عمر مبارک قریباً پندرہ سال تھی۔ (چودہ، پندرہ سال سیرت ابن ہشام صفحہ 119،بیس سال سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 104) آپؐ اس جنگ میں شامل ہوئے مگر صرف اس قدر کہ اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے۔آپؐ نے کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا۔ یہ لڑائی حرب فجار کے نام سے مشہور ہے۔

حرب فجار میں بہت لوگ زخمی ہوئے۔اَن گنت مارے گئے۔ مالی نقصان بھی بہت ہوا۔آپؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کو خیال آیا کہ قدیم زمانے میں امن قائم کرنے کے لئے جو عہد حلف الفضول کے نام سے کیا جاتا تھا اُسے پھر سے تازہ کیا جائے چنانچہ چند دردمند لوگ ایک شخص عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے۔ ان میں ہمارے پیارے آقاؐ بھی شامل تھے۔سب نے ان الفاظ میں قسمیں کھائیں۔

> ''وہ مظلوم کی مدد کریں گے اور اُن کے حق کو لے کر دیں گے۔ جب تک کہ سمندر میں ایک قطرہ پانی کا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکیں گے تو وہ خود اپنے پاس سے مظلوم کا حق ادا کریں گے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 110)

> ''کچھ عرصے کے بعد وہ نوجوان اس معاہدے کو بھول گئے لیکن رسول کریم ﷺ تو سچے آدمی تھے اور معاہدوں کا پاس رکھنے والے تھے۔آپؐ کو یہ معاہدہ یادرہا جب آپؐ نے دعویٰ کیا تو ایک دن بعض مخالفوں نے شرارتاً یہ چاہا کہ آپؐ کا امتحان لیا جائے۔انہوں نے سوچا کہ آپؐ نے بھی غریبوں کی حمایت کیلئے

قسم کھائی تھی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ غریبوں کی حمایت کرتے ہیں یا نہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک بدوی تھا جس سے ابوجہل نے کچھ سامان لیا تھا مگر اُس کی رقم اُسے نہ دی تھی۔ وہ بدوی مکہ میں آتا اور شور مچاتا کہ ہم باہر سے آتے ہیں۔ اپنا سودا یہاں فروخت کرتے ہیں مگر مکہ کے یہ لوگ جو بیت اللہ کے محافظ اور مذہبی آدمی سمجھے جاتے ہیں ہم پر اس رنگ میں ظلم کرتے ہیں اور جب لوگ اُس سے دریافت کرتے کہ کیا ہوا۔ تو وہ کہتا کہ ابوجہل نے میری اتنی رقم دینی ہے مگر وہ نہیں دیتا ایک تو وہ آدمی کم عقل سا تھا دوسرے یوں اُس کا نقصان بھی کافی ہوا تھا جب وہ اس طرح بار بار شور مچاتا تو ایک دن لوگوں نے مشورہ کیا کہ اسے محمد ﷺ کے پاس بھیج دو اور اُسے کہا کہ وہ ابوجہل سے تقاضا کرنے کے لئے آپؐ کو ساتھ لے جائے اُن کی نیت نیک نہیں تھی اُن کا منشاء صرف یہ تھا کہ اگر محمد ﷺ اُس کے ساتھ نہ گئے تو ہم کہیں گے کہ دیکھو آپؐ نے غریبوں کی مدد کے لئے قسم کھائی ہوئی تھی۔ مگر اُس کو پورا نہ کیا اور اگر گئے تو ابوجہل آپؐ کی بات نہیں مانے گا۔ آپؐ نعوذ باللہ ذلیل ہوں گے۔ بہرحال انہوں نے اُس بدوی کو رسولِ کریم ﷺ کے پاس بھجوا دیا جب رسول کریم ﷺ نے اُس کے حالات سنے تو آپؐ نے اُسی وقت اپنی چادر سنبھالی اور اُس بدوی کے ساتھ چل پڑے۔ ابوجہل کے دروازے پر پہنچ کر آپؐ نے دستک دی جب وہ باہر آیا تو آپؐ نے فرمایا' اس بدوی کی رقم آپ نے دینی ہے اسے

روپے کی سخت ضرورت ہے۔ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ اس کی رقم اسے دے دیں۔' اُس نے کہا 'اچھا میں ابھی لاتا ہوں' چنانچہ وہ اندر گیا اور روپیہ لا کر اُس نے بدوی کو دے دیا۔ جب اس کے دوستوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اُسے طعنہ دیا کہ تم تو ہمیں کہتے تھے کہ اُن کا مال کھانا جائز ہے۔ مگر تمہاری اپنی یہ حالت ہے کہ روپیہ فوراً لا کر دے دیا تم نے یہ کیا کیا؟ ہم نے تو اُس کو ذلیل کرنے کے لئے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُلٹا ہم ذلیل ہو گئے۔ جب دوستوں نے اُسے یہ طعنہ دیا تو روایتوں میں آتا ہے۔ ابوجہل نے اُنہیں جواب دیا کہ 'خدا کی قسم جب محمد ﷺ میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کے دائیں اور بائیں دو مست اونٹ کھڑے ہیں اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ اگر میں نے انکار کیا تو یہ دو اونٹ مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ اس لئے میں ڈرا اور میں نے روپیہ لا کر دے دیا۔' احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ 'یارسول اللہ ﷺ کیا جاہلیت کی کوئی ایسی بات ہے جسے آپؐ پسند فرماتے ہیں' آپؐ نے جواب دیا 'ہاں حلف الفضول ایک ایسی چیز تھی کہ آج میں اُسے اسلام میں بھی پسند کرتا ہوں پھر آپؐ نے فرمایا ''**لَوْدُعِيتُ الْآنَ لَاَ جَبْتُ** ''اگر اب بھی میں اُس کی طرف بلایا جاؤں تو میں اُس میں ضرور حصہ لوں'۔''

(تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 144-145)

پیارے بچو! سب انسانوں میں سے بہترین انسان کے بچپن اور نوجوانی کا حال آپ نے دیکھا۔ آپؐ کی اچھی عادتوں کا اثر بچپن میں ہی کتنا پاکیزہ اور حسین تھا۔ جو آپؐ کو دیکھتا آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے آپؐ کی تعریف کرتا۔ آپؐ کے بچپن میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم ایسے بچے بنیں کہ ہمارا خدا یہ جان لے کہ ان بچوں نے اپنے پیارے آقا ﷺ کے روشن روشن بچپن سے متاثر ہو کر اپنے بچپن کو سنوارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی اِن اداؤں پر پیار آئے اور وہ آپ کا مستقبل بھی اپنے محبوب ﷺ کے طفیل، آپؐ کے صدقے حُبِّ رسول ﷺ بنا دے آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَّ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَّ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد